

شدت پسندی سے کیسے محفوظ رہا جائے!

ملک میں ہر طور کا سیاسی تجربہ ہو چکا ہے۔ اس سوئی ہوئی مددوш قوم پر ہر طرح کی فنی جراحی سرانجام ہوئی ہے۔ کیا جمہوریت اور کیا مارشل لاءِ ہر طرح کے نظام کو آزمانے کے بعد ترک کیا گیا ہے۔ نیم جمہوری تجربہ بھی تک برقرار ہے۔ کیونکہ ابھی کسی اعلیٰ ترین دماغ میں کوئی تبادل خیال نہیں آیا۔ ورنہ یہاں تو یہ نوبت بھی رہی ہے، کہ نہ صدر، نہ وزیر اعظم بلکہ چیف ایگزیکٹیو کہا جاتا ہو۔ اس طرح کی ناکام صورتحال میں دیکھا جائے رہا ہے۔ اس کرہِ ارض پر ایک بھی ایسا ملک نہیں، جہاں حکمران کو چیف ایگزیکٹیو کہا جاتا ہو۔ اس طرح کی ناکام صورتحال میں دیکھا جائے تو 1947 سے لیکر ملک کا ابتدائی حصہ قدرے بہتر لگتا ہے۔ بلکہ آج سے مقابلہ کریں تو وہ دور ہر طرح سے بہترین تھا۔ جہاں اور مناسب اور متوازن عناصر تھے، وہاں ایک قابل غور کننے بدرجہ آخر موجود تھا۔ دین اور ریاست کے امور میں تفریق۔ شائد آپکو میری بات نامناسب لگے۔ مگر جن لوگوں نے قیام پاکستان سے لیکر 1977 تک کا پاکستان دیکھا ہے برملا بتا سکتے ہیں کہ تمام خامیوں کے باوجود، ہمارا ملک بہت بہتر چل رہا تھا۔ شخصی آزادی کا تحفظ کافی حد تک بہتر تھا۔ ملک ٹوٹنے یعنی 1970 سے پہلے تو خیر یہ ماجرا تھا کہ گورے سیاح، بلوچستان کے دورِ افتادہ شہروں اور گاؤں میں جا کر ہمارے معاشرے کو دیکھنے آتے تھے۔ سبی کا ذکر کرو نگا۔ وہاں انگریز لڑکے اور لڑکیاں، مغربی لباس زیب تن کے عین چوک میں بڑے آرام سے تصویریں کھینچوائے تھے۔ بڑے شہروں میں بچیاں بڑے آرام سے سائیکل چلاتی تھیں اور اپنے آپکو محفوظ سمجھتی تھیں۔ ہماری تعلیمی درسگاہیں غیر ملکی طلباء اور طالبات سے اُٹی ہوئی تھیں۔ پشاور، لاہور، کوئٹہ اور کراچی ہر لحاظ سے بین الاقوامی سطح کے اُبھرتے ہوئے شہر تھے۔ دنیا کا ہر ملک ہمارا دوست بننا چاہتا تھا۔ غیر ملکی فوداں تعداد میں آتے تھے کہ ہوٹل کم پڑ جاتے تھے۔ دنیا کی تمام قابل ذکر ایئر لائنز کراچی آتی تھیں۔ شام کی روئیں برقرار تھیں اور کسی کو ایمان کے ترازوں میں پر کھنا ہرگز روانہ نہیں تھا۔ ویسے کسی بھی انسان کو نیکی اور بدی کے پلڑے میں تو ناصرف اور صرف ایک ہستی کا خاصہ ہے۔ اور وہ ہے اللہ رب العزت کی قائم و دائم ذات۔ مسجدیں بھی آباد تھیں اور مہ خانے بھی بھرے رہتے تھے۔ اس وقت ہمارے ملک میں اسلامی تعلیمات کی روح کے مطابق، رداداری، صلح رحمی، ایک دوسرے کی مدد کرنے کا رجحان بہت زیادہ تھا۔ لوگ داڑھی بھی رکھتے تھے اور کلین شیو ہونے پر بھی کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا تھا۔ عرض یہ کہ ہمارا یہی ملک کافی مہذب انداز میں ترقی کی منزل کی طرف رواں دواں تھا۔

سنجدہ نکتہ کی طرف واپس آتا ہوں۔ یہ ایسی بات ہے جس کا ذکر کرنے والے اب ازحد کم رہ گئے ہیں۔ کیونکہ، اس شدت پسند معاشرے میں ہر ایک کو اپنی جان پیاری ہے۔ لہذا کھلے لفظوں میں تو نہیں، خیر دبے الفاظ میں اس جو ہری نکتے پر لکھا ری بات کرتے رہتے ہیں۔ مگر کھل کر عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اسلیے کہ ذہن کے ہزارویں حصے سے بھی ڈراور دنیاوی خوف ختم ہو چکا ہے۔ بے گناہ ہونے کے باوجود، سرکار، عقوبت خانے میں بھی رہ چکا ہوں۔ لہذا اب کوئی خوف آڑے نہیں آتا۔ پوری دنیا میں صرف چند ممالک ہیں جہاں مذہب اور ریاست کو کیجا گیا ہے۔ سعودی عرب، ایران، اسرائیل اور پاکستان۔ ہو سکتا ہے چند اور ملک بھی ہوں۔ مگر میرے ذہن میں نہیں آ رہے۔ سب سے پہلے اسرائیل کا ذکر کرنا چاہونگا۔ یہودیت وہاں کا غالب مذہب ہے۔ مگر اس ملک میں ہر لحاظ سے حد درجہ

طاقوتِ جمہوریت موجود ہے۔ احتساب کا ایسا کثر انظام موجود ہے کہ موجودہ وزیر اعظم، اپنے ماتحت تحقیقاتی اداروں کے سامنے چوہے کی طرح پھنسا ہوا ہے۔ مذہب کی اہمیت اپنی جگہ، مگر پورا ملک دنیا کے فی زمانہ مرجہ اصولوں کے تحت زندگی گزار رہا ہے۔ اسرا مل کے سیاسی کردار پر بحث نہیں کر رہا۔ مگر وہاں کے مقامی شہریوں کی زندگی مکمل طور پر آزاد ہے۔ سیکولر کا لفظ زیادہ مناسب ہے۔ مگر اسلیے استعمال نہیں کیا کہ اردو لغت میں سیکولر کا ترجمہ، انگریزی زبان سے مختلف کر دیا گیا ہے۔ اردو میں اسے ”ladain“، قرار دیا گیا ہے۔ مگر جس انگریزی زبان کا وہ لفظ ہے اسکا مطلب ہرگز لا دین نہیں ہے۔ کسی کی بات پر یقین نہ کریں۔ اوسفورڈ کشنری اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ یہ بھی نہ ہو، تو گوگل فرمائیجئے۔ لفظ کے مختلف مطلب سامنے آ جائیں گے۔ اس میں ایک بھی لفظ، لا دین نہیں ہے۔ بہر حال ہمارے ملک میں اس پر بحث کرنی لا حاصل ہے۔ کیونکہ یہاں چند لوگوں نے سچ نہ بولنے کا حلف اٹھا رکھا ہے۔

ارد گرد غور کیجئے۔ پاکستان سے ماشاء اللہ، حجاز مقدس جانے والوں کی تعداد دنیا میں سب سے زیادہ ہے۔ عمرہ کرنا تو خیراب امیر اور متوسط طبقے کی زندگی کا لازمی جزو ہے۔ اس پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔ مگر کیا وجہ ہے کہ تمام تر عبادات کے باوجودہ، ملک کے کونے کونے میں چور بازاری، ناجائز منافع خوری، دھوکہ دھی، جھوٹ، دروغ گوئی اور منافقت کا دور دورہ ہے۔ کیا یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ ہم تمام دینی رسومات کو پیغم ادا کرنے کے باوجودہ، بالکل چکنے گھرے کے چکنے گھرے ہیں۔ کردار کی بلندی تو دور کی بات، اوسط درجے کا کردار بھی ملتا ناممکن ہے۔ صرف چند مشائیں دینا چاہوں گا۔ تاجر طبقے میں بظاہر مذہبی رجہان، بہت زیادہ نظر آتا ہے۔ ہر دکان پر حاجی صاحب حاجی صاحب نام کی تکرار ہو رہی ہوتی ہے۔ مگر جب آپ غور سے تجزیہ کرتے ہیں تو لگتا یوں ہے کہ وہ موصوف، گاہک سے منافع حاصل کرنے کیلئے نہیں بیٹھے ہوئے۔ بلکہ گاہک کو لوٹنے کے انتظام کیے بر اجماع ہیں۔ باریش حلیہ، ماتھے پر دمکتی ہوئی محراب اپنی جگہ قابل تخطیم ہے۔ مگر اسکا استعمال صرف اور صرف دنیاوی فائدے کیلئے ہے۔ محترم تاجر کی نظر اس بات پر نہیں ہوتی کہ آپ کو صحیح اور درست مال مہیا کیا جائے۔ بلکہ اس نکتے پر مرکوز ہوتی ہے کہ جیب کیسے کائی جائے۔ پاکستان کی کسی بھی مارکیٹ میں چلے جائے۔ آپ کو یہ رو یہ ہر جگہ نظر آئیگا۔ تاجروں کو رہنے دیجئے۔ اسلیے کہ وہ ایک ”نایاب مخلوق“ ہیں۔ آپ ہمارے دینی مدارس کو اصلاحی اور اخلاقی کسوٹی پر پر کھیئے۔ تمام مدارس کی گزارش نہیں کر رہا۔ میری نظر میں یہ دنیا کا اعلیٰ ترین سو شل سیکیورٹی نظام ہے۔ مگر حوصلے سے جواب دیجئے۔ کیا وہاں جنسی تشدد کے بے رحمانہ واقعات تسلسل سے رونما نہیں ہوتے۔ صرف چند بیہمانہ واقعات اتفاق آسانے آتے ہیں۔ اکثر اوقات تو کسی کو ہوا بھی نہیں لگتی کہ ان مدارس کے اندر کیا ہو رہا ہے۔ جان کی امان پاؤں، تو عرض کروں کہ طالب علم کی حیثیت سے کئی مدارس میں گیا ہوں۔ وہاں کے حالات کا جائزہ لیا ہے۔ حالات حد درجہ دگر گوں اور ظالمانہ طرز کے ہیں۔ یہ نہیں کہ جنسی تشدد، مدارس سے باہر نہیں ہو رہا۔ بالکل ہو رہا ہے۔ دو دو برس کی معمصوم دودھ پیتی بچیاں بھی ہوں کاشانہ بن رہی ہیں۔ کچھ واقعات کا پتہ چل جاتا ہے۔ مگر کثریت بدنامی کے ڈر سے خاموشی اختیار کر لیتی ہے۔ عرض صرف یہ ہے کہ ہمارے دینی مدارس اور معاشرے میں پھول اور کلیاں باقاعدگی سے روندے جاتے ہیں۔

در اصل ضیاء الحق سے لیکر آج تک ہمیں ایک اخلاقی، سماجی، مذہبی، لسانی پریشر گر میں بند کر دیا گیا ہے۔ اسلام کو ہمیشہ سے حکمران

سیاسی نعرے کے طور پر استعمال کرتے رہے۔ مگر ضیاء الحق نے معاشرے کی ایسی سو شل انجینر نگ کی ہے کہ اسکا خمیازہ ابھی تک بھگت رہے ہیں۔ کسی بھی موجودہ یا ماضی کے حکمران میں اتنی جرات نہیں، کہ یہ کہہ سکے کہ ہمارا ملک دنیا سے متضاد ہوتا جا رہا ہے۔ اسکو ٹھیک کرنا چاہیے۔ پوری دنیا کے ساتھ قدم ملا کر چلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ جو بھی یہ بات کرنے کی کوشش کریگا۔ اسے کافر، غدار، غیر محبت وطن، یہودیوں کا ایجنت، بھارت کا گماشتہ، مغربی طاقتوں کا پھوپھو قرار دیدیا جائیگا۔ ہر انسان اپنی عزت بچانے میں عافیت گردانے گا۔ مگر جو مرضی کر لیجئے، جتنا مرضی ڈر کر زندگی گزار لیں، کسی نہ کسی کو یہ بھاری پھراؤ ٹھانا پڑیگا۔ اسے کہنا پڑیگا کہ پوری دنیا میں ریاستی امور کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ برطانیہ، امریکہ، چین، روس، ساؤ تھ کوریا، ساؤ تھ افریقہ، اٹلی، تمام ترقی کر رہے ہیں۔ کیا واقعی انگی سیاسی قیادت اتنی بیوقوف ہے کہ اس نے ریاست اور مذہب کو الگ الگ رکھا ہے۔ کیا امریکہ یہ اعلان نہیں کر سکتا ہے کہ انگی حکومت کی ہر چیز، ہر فیصلہ عیسائیت کے مطابق ہوگا۔ مگر وہاں عیسائی زیادہ ہونے کے باوجود، مذہب کو ذاتی حیثیت تک محدود کر دیا گیا ہے۔ یہی حالات برطانیہ کے ہیں۔ دین اور ریاستی امور کو علیحدہ کرنے کی عظیم مثال ملیشیاء ہے۔ وہاں ملایا مسلمان اکثریت سے ہیں۔ مسلمان تمام اراکین اسلام عمدہ طریقے سے روزا دا کرتے ہیں۔ مگر وہاں کی ہندو، چینی، سکھ آبادی پر سکون طریقے سے رہ رہی ہے۔ مسلمان ممالک میں کہیں مذہبی توازن نظر آتا ہے، وہ صرف اور صرف ملیشیاء ہے۔ سعودی عرب اور ایران اندر سے کیا ہیں، یہ آپ مجھ سے بہت بہتر جانتے ہیں۔

مذہب کی انسانی زندگی میں بہت زیادہ اہمیت ہے۔ مگر دنیاوی امور کو کسی بھی مذہب کے تحت چلانا ایک دوسری بات ہے۔ ہاں، اگر آپ عملی طور پر کسی بھی مذہب کے آفاقتی اصولوں کو راجح کر کے، اتنی اخلاقی بلندی حاصل کر لیں، کہ دنیا کیلئے مثال قرار دیے جائیں، تو بالکل درست بات ہے۔ مگر جس دنیا میں آج ہم رہ رہے ہیں۔ وہاں ایسی اعلیٰ کوئی ملکی مثال نہیں ملتی۔ ہر ملک اپنے اپنے قومی مفادات کے تحت کام کر رہا ہے۔ نا کام یا کام میا ب، یہ ایک الگ بحث ہے۔ مگر پوری دنیا کے اکثریت ممالک بلکہ تمام ترقی یافتہ ممالک میں مذہب کو انسان کی ذات تک محدود کر دیا گیا ہے۔ ریاستی امور، ملکی اور انسانی مفادات کے تحت طے کیے جاتے ہیں۔ کوشش کی جاتی ہے کہ انہیں دینی امور سے دور رکھا جائے۔ پاکستان کے ابتدائی دور میں ہم بھی اس فہرست میں شامل تھے۔ اسکے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی۔ اب ہم جو ہری طور پر کیا ہیں، اسکا جواب سب جانتے ہیں۔ مگر بتانے کی بہت نہیں کر سکتے۔ مگر ذہن میں سوال تو ابھرتا ہے کہ موجودہ شدت پسندی، مذہبی تنگ نظری، فرقہ پرستی سے ملک کو کیسے بچایا جائے؟ کیونکہ ملک اب ہر طور سے تنزلی کا نشان بن چکا ہے۔

راو منظر حیات